طلسمِ ہوش رُبا: ایک طلسمانوی (Fantastic) داستان

سلیم سہیل

اسسٹنٹ پروفیسر اردو

ایف جی قائداعظم ڈگری کالج چکلالہ، سکیم تھری، راولپنڈی

TILISM-E-HOSHRUBA

A FOLK FANATASY

Saleem Suhail

Assistant Professor of Urdu

FG Quad-i-Azam Degree College, Chaklala, Rawalpindi

Abstract

TILISIM-E-HOSHRUBA is the most famous dastan in Urdu. It's a book crammed with wonderful places and incidents. As a fantasy it is without any counterpart in literature. There is symbolism replete with fantastic aspects. There is no better example of fantastic literature within our reach, a liberal cornucopia of imaginative brilliance.

Keywords:

احمد حسین قمر، محمد حسین جاہ، طلسم ہوشربا، داستان امیر حمزہ، طلسمانہ، اردو داستان، عزیز احمد، کایا کلپ

داستانی ادب کا ایسا سرمایہ جو بلا شبہ اس تمام داستانی پس منظر کو سمجھنے کا بڑا ماخذ ہے یعنی ہم داستان امیر حمزہ کی جملہ صفات کا ذائقہ ''طلسم ہوش رُبا'' کے متن سے محسوس کر سکتے ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ تمام داستانیں اپنے کرداروں، افعال، مناظر، سراپا، طلسمات، کایا کلپ، جادو غرض کتنے ہی ایسے لوازمات کے لحاظ سے اشتراک کا عنصر رکھتی ہیں، طلسمانہ جو ہمارا موضوع گفتگو ہے کسی بھی اعتبار سے ان داستانوں میں کم نہیں اور اگر بات جادو کی کی جائے تو اس سے داستانی ادب بھرا پڑا ہے۔ بالخصوص ''طلسم ہوش رُبا'' میں تو جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ ''یہ داستان تو ہے ہی جادو کے قصوں کا پلندہ۔''(۱)

جادو کے مناظر ''طلسم ہوش رُبا'' میں جگہ جگہ موجود ہیں۔ ان مظاہر کی مدد سے داستان میں داستان نویس زمان و مکان کی حدود و قیود سے ماورا ہو کر تخیل کی کرشمہ سازیوں کا سامان کرتا ہے۔ جادو، جو طلسمانہ ہی کی ایک صورت ہے، تخیل کا بڑا مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ظاہر ہے یہ جادو کے کرشمے تخیل ہی کی دین ہیں مگر اپنی موجودگی سے قاری کے لیے رنگا رنگی کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ ''طلسم ہوش رُبا'' میں دیکھا جائے تو پہلی چار جلدیں جو محمد حسین جاہ سے منسوب ہیں اور بعد کی جلدیں جنھیں احمد حسین قمر کے قلم کا شاہکار بتایا جاتا ہے، اپنی بنت کے اعتبار سے واضح فرق رکھتے ہیں۔ جاہ کی دلچسپی قمر کی بہ نسبت بزم کے بیان میں زیادہ ہے۔ قمر رزم کے بادشاہ ہیں اور جاہ کی پہچان بزم کے مناظر کے بیان میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے:

> ''ہاں ایک میدان میں قمر کو جاہ پر فوقیت حاصل ہے۔ وہ ہے رزم کا میدان۔ رزم کو بھی اس داستان کے امتیازی اوصاف میں شمار کیا گیا ہے مگر رزم کی یہاں عجب صورت ہے۔ پہلی چار جلدوں میں جتنی لڑائیاں ہیں وہ ہر پھر کر جادو کے مقابلے ہیں۔ میدان کارزار جہاں کھانڈا بجتا ہے اور تلواریں چلتی ہیں وہ جاہ کے یہاں نظر نہیں آتا ایسے نقشے قمر کی لکھی ہوئی جلدوں میں نظر آتے ہیں۔ گویا جاہ بزم سے تو شغف رکھتے ہیں رزم کا میدان انھوں نے قمر کے لیے چھوڑ دیا ہے۔''(۲)

رزم و بزم کے ان مرقعوں کے ساتھ ساتھ عزیز احمد نے ''طلسم ہوش رُبا'' کا مطالعہ کرتے ہوئے ایک اور پہلو کی طرف سمت نمائی کی ہے۔ لکھنوی معاشرت میں اس عنصر کو کسی صورت بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا:

> '' ''طلسم ہوش رُبا'' اصل عورتوں کی داستان ہے، جیسے لکھنوی تمدن عورتوں یا بقول فراق ''مصحفی'' کا تمدن تھا۔ یہ عورتیں ساحرہ ہیں اور مردوں کو انگلیوں پر نچاتی ہیں اپنے بناؤ سنگار سے ہیرو، جادوگر، عیار، ناظرین کرام سب کا دل چھینتی ہیں۔ مردوں میں صرف عیار ابھرتے ہیں۔ لیکن ان کی عیاری کا سب سے بڑا کارنامہ عورتوں کا بھیس بدلنا ہے۔ عورتوں کا بھیس بدل

کے شہزادیاں، خواصیں، مغلانیاں، کہاریاں، مہترانیاں بن کے، عورتوں ہی کے نخرے دکھا کے، تریا چرتر کے زور پر ہی عیار جادوگروں اور جادوگرنیوں کو زیر کرتے ہیں۔" (۳)

"طلسم ہوش رُبا" سے دلچسپی رکھنے والے ایک اور نقاد، جنھوں نے اس داستان کو جادو اور عورتوں کے قصوں کے علاوہ ایک بڑے تہذیبی پس منظر کے آئینے میں سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ یہ وہ بیان ہے، جس سے اس تمام داستانی متن کو پڑھنے کا ایک راستہ ملتا ہے۔ یہ ہمارے اتنے بڑے تہذیبی سرمائے کو فسانہ وفسوں بننے سے بچاتا ہے:

"یہ زندہ اور جاندار ادب ہے اور ان صفحوں میں اردو نثر نگاری اور افسانہ نویسی کے بعض بہترین نمونے موجود ہیں اس کے علاوہ اس کتاب میں ہند اسلامی تہذیب اور مزاج کے چند خصوصی مظاہر بھی نظر آتے ہیں۔ یہ صرف ماضی کا ادب نہیں ہے بلکہ جب تک ہند پاک برصغیر میں بسنے والی مسلمان قوم تخلیقی طور پر زندہ ہے اور اپنے تخلیقی روسے آگاہی حاصل کرنا چاہتی ہے، اس کتاب کا تعلق ہمارے حال سے قائم رہے گا۔" (۴)

"طلسم ہوش رُبا" جزیاتی سطح پر معرکہ آرائیوں سے بھری پڑی ہے۔ کردار ہیں کہ آرام سے بیٹھتے ہی نہیں، بس چل چلاؤ کا معاملہ ہے۔ جس میں محبتیں، نفرتیں، لڑائیاں، عیاریاں، سبھی کچھ ہو رہا ہے۔ کرداروں کے سر پر ایک ہی دھن سوار ہے کہ مخالف پر غلبہ حاصل کر کے کسی طرح اسے مشرف بہ اسلام کیا جائے۔ ایک اعتبار سے جہاد سے قریب کی صورتحال ہے لیکن ایسا بھی نہیں کہ ہم اس متن کو کسی بھی ایک طرح کے نظریے سے وابستہ کر دیں جس سے کسی ایک مکتبہ فکر کو آسودگی محسوس ہو۔ اس طرز کے متون تو صدقہ جاریہ ہوتے ہیں جن سے بنی نوع انسان روشنی محسوس کرتی ہے۔ تخلیقی ادب میں جب نظریے کا رنگ چوکھا ہو جائے تب اس طرح کی صورتحال پیدا ہوتی ہے۔ داستان امیر حمزہ کے اعتبار سے ایک بیان:

"داستان امیر حمزہ میں اسلام کا چرچا بہت ہے، لیکن سطحی، اور سامعین کے مذہبی مذاق سے زیادہ نہیں۔ اس کی سب سے اچھی مثالیں امیر حمزہ اور ان کے ساتھیوں کے ضابطۂ شراب نوشی اور اخلاق جنسی میں دکھائی دیتی ہیں۔ شراب کا معاملہ یہ ہے امیر حمزہ اور ان کے رفقاء کو اس سے حذر نہیں، لیکن پلانے والا کافر ہو۔" (۵)

اس اعتبار سے داستان امیر حمزہ کی لکھاوٹ میں عجیب تضاد کی کیفیت دیکھنے میں آتی ہے۔ ایک طرف تو حمزہ کے رفقا لوگوں کو مشرف بہ اسلام کر رہے ہیں جبکہ دوسری طرف ان کرداروں کی شراب سے رغبت ایسا استفہامیہ ہے جو یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ اس داستان کے مولفین کے پیش نظر داستان امیر حمزہ کا

سیاق وسباق نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ متن میں تضاد کی کیفیت پڑھنے کوملتی ہے۔ایک بات یہ ہوسکتی ہے کہ چونکہ داستان امیر حمزہ کسی ایک ذہن کی تخلیق نہیں جسے، جہاں سے، جو جلد تالیف کرنے کوملی اس نے پچھلے سرمائے کو دیکھے بغیر معاملے کو آگے بڑھادیا جس کی وجہ سے داستان میں مناظر کے بیان میں دہراؤ کی کیفیت دیکھنے کوملتی ہے۔ایک جیسے کردار، یکساں منظر، مشترک معرکے، داستان کی جزئیات میں جگہ جگہ پڑھنے کو ملتے ہیں۔یہ صورتحال اس بات کی دلیل ہے کہ اس داستان کے مولفین میں کسی قدر ہم آہنگی کا فقدان ہے اصل وجہ یہ ہے کہ جاہ اور قمر بنیادی طور پر داستان گو تھے، داستان نویس نہیں۔جب انھیں داستانیں لکھنی پڑھیں تو فنِ تحریر سے پوری طرح نباہ نہ کر سکے۔طوالت اور تکرار اسی سبب سے ہیں۔کچھ مجبوریاں بھی ہوسکتی ہیں مثلاً اگر چھاپے خانے والا یہ تقاضا کرے کہ اس جلد کو بارہ سو صفحات پر محیط ہونا چاہیے تو ایسی صورتحال کا پیدا ہوجانا بعید از قیاس نہیں، علیٰ ہذا القیاس۔اس متن میں جس کا ہم مطالعہ کررہے ہیں چیزیں بدل بدل کر ایک ہی مقام پر اپنی موجودگی کا احساس دلا رہی ہیں۔''طلسم ہوش رُبا'' میں آج کی تنقیدی پیمانوں کی وسعت نہیں۔یہاں تو ایسی معاشرت کے مرقعے ہیں جس میں قربت پائی جاتی ہے، بیگانگی نہیں۔یعنی معاشرہ کٹاؤ کا شکار نہیں فاصلوں کو پاٹنے کے لیے جیٹ نہیں بلکہ جادو کی مدد لی جاتی ہے۔اس داستان کی عدم قبولیت کے پیچھے بہت ساری باتیں ہیں۔کئی طرح کے دلائل ہیں جو گھڑ لیے گئے ہیں۔مثلاً طویل ہے، بے ربط ہے، کہانی کوئی نہیں، جدید زندگی کی پرچھائیاں کہیں نہیں، امرا کے دل بہلاوے کی چیزیں ہیں، جادوگر ہی جادوگر ہیں، عام زندگی سے اسے کوئی علاقہ نہیں۔یہ اور اس طرح کی کئی باتیں:

> ''موجودہ نقطۂ نظر سے ''طلسم ہوش رُبا'' کا غالباً سب سے اہم نقص یہ ہے کہ اس میں جادو، جادوگر اور جادوگری کی ناقابل یقین داستان ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ یہی بات اس کی دل کشی کا سب سے بڑا سبب ہے۔''(٦)

''طلسم ہوش رُبا'' میں جادو کے عناصر کو کلیم الدین احمد نے جس طرح سراہا ہے دراصل یہ اعتراف تخیل کی عظمت کا اعتراف ہے۔خیال کی وسعت سے بے خبری اسی نوع کے اعتراضات پیدا کرتی ہے۔یعنی ''طلسم ہوش رُبا'' جادو ہے، بے عملی کا پرچار کرتی ہے وغیرہ وغیرہ جبکہ اس داستان کی معنوی جہتیں بے شمار ہیں۔

> ''اس مطالعے کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ ''طلسم ہوش رُبا'' میں جو زندگی پیش کی گئی ہے وہ ہندوستانی ہے.....یہ مطالعہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس کی روشنی میں یہ بات دیکھی جا سکے کہ تہذیبیں مذاہب سے بلند ہوتی ہیں کہ لباس، مکان، دسترخوان، رہن سہن اور زبان کا

کوئی مذہب نہیں ہوتا ۔مذہبی عصبیت کی ظلمتوں میں ٹٹولتے ہوئے اس ملک میں اس قسم کے
مطالعے قومی یکجہتی کے چراغ جلائیں گے۔''(۷)

محمد حسن عسکری نے بھی داستان امیر حمزہ پر لگنے والے اعتراضات کو مدنظر رکھتے ہوئے ''طلسم ہوش رُبا'' کا ایسا انتخاب چھاپا جس کی مدد سے یہ بتانا مقصود تھا کہ صرف یہ جنوں بھوتوں کی باتیں نہیں یہاں تو عام زندگی ،رہن سہن، میلے ٹھیلے ،رسوم ورواج ،مذہبی تہوار غرض پوری کی پوری زندگی موجود ہے ۔اس کے بعد جہاں تک داستانوں پر لگائے جانے والے دیگر اعتراضات کا تعلق ہے تو اس کے لیے اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ کلاسیکی متون کی تفہیم کے لیے ادھار دانش کا سکہ نہیں چلتا ۔مشرقی اصناف کو مشرقی نظام فکر میں رکھ کر سمجھیں گے تو بات بن جائے گی ورنہ تو اس طرز کی صورتحال کا سامنا کرنا پڑے گا کہ اردو داستانیں حرکت اور عمل سے خالی کسی ماورائی دنیا کا پرچار کرتی ہیں ۔زندگی کی ترجمانی تو محض فکشن ہی کر سکتا ہے ۔ان نظریات کے حامل لوگوں نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ آج کے جدید فکشن سے پہلے کیا تھا۔یہ بات ٹھیک ہے کہ انسانی اعماق کی تہوں میں جس طرح فکشن نگاروں نے جھانکا ہے ،اس طرز سے داستان نگار نہیں کر سکے گا جس کی اپنی محدودات ہیں ۔داستان کی اپنی شعریات ہے جبکہ فکشن اظہار وبیان کے اعتبار سے الگ دنیا لیے ہوئے ہے۔ ان باتوں کی طرف شمس الرحمٰن فاروقی نے اپنی داستان امیر حمزہ پر لکھی جانے والی بے مثال تصنیف ''ساحری، شاہی ، صاحبقرانی'' میں تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے جو داستانی ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے سرمۂ بصیرت سے کم نہیں ۔

یہ سمجھنے کی بات ہے کہ داستان الگ چیز ہے، ناول اس سے مختلف صنف ہے ۔دوسو سال پہلے کی صنف کو دوسو سال بعد آنے والی صنف کے تنقیدی پیمانوں سے جانچیں گے تو مایوسی ہوگی ۔اس معاشرت کا اپنا ایک نظام تھا ۔زندگی اتنی تیز نہیں تھی ۔لوگوں کے پاس فرصت تھی ۔آج کی طرح کی جلدی نہیں تھی ۔آج کی طرح اتنی ایجادات سامنے نہیں آئی تھیں کہ آن ہی آن میں زندگی کا چلن بدل جائے ۔ان تمام عوامل کو مدنظر رکھ کر داستان کے بارے میں رائے دینے کی ضرورت ہے ۔یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ ہر فن پارے کا اپنا تہذیبی سیاق وسباق ہوتا ہے جس کی حدود میں رہ کر اس کی تفہیم ممکن ہوتی ہے:

> ''داستانوں پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ ان کی تعمیر وتشکیل سرے سے غیر فطری عناصر سے ہوئی ہے ۔جن، دیو، پریاں، جادوگر، سحر، اسم اعظم، اسم تسخیر، لوح، نقش، قلب ماہیت..... اوران سب کے ساتھ ایسے مرد جو طاقت، جوانمردی، جرأت ، ہمت، جود وسخاوت، محبت، ایثار، ہر چیز میں عدیم المثال ہیں اور ایسی عورتیں جن کی حسن ومحبوبی کی دونوں جہانوں میں نظیر نہیں ۔

یا ایسے انسان جو بدی کا مجسمہ ہیں اور ساری بدیاں ان میں بیک وقت جمع ہیں.... نئے زمانے کا نقادان سب چیزوں کو غیر فطری کہتا ہے اور اسی بنیاد پر سوختنی اور درید نی ہونے کا حکم لگا تا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ یہی غیر فطری عناصر داستان کے فطری عناصر ہیں انھی سے داستان، داستان ہے.... یہ ساری خصوصیتیں تخیل کی رفعت اور بلند پروازی اور فکر اور تصور کی ندرت اور جدت طرازی کا کرشمہ ہیں۔" (۸)

داستان امیر حمزہ میں تخیل اپنی پوری حشر سامانیوں کے ساتھ موجود ہے۔ یہ تخیل ہی کا کمال ہے کہ مشرقی ادب میں پچاس ہزار صفحات پر مشتمل ایسا متن سامنے آیا جس کی نظیر دنیا بھر کے ادب میں نہیں ملتی۔ تخیل طلسمانہ ہی کی دوسری صورت ہے یعنی تخلیق کار اپنی فکر سے موجود میں تنوع کا اہتمام کرتا ہے تو اس کا واحد سہارا خیال ہوتا ہے۔ خیال کے زور پر چیزوں میں ادل بدل اور رنگا رنگی پیدا ہوتی ہے۔ پلک جھپکنے میں کچھ کا کچھ بن جاتا ہے۔ انسان حیوان بن جاتا ہے حیوان قالب انسانی اختیار کر لیتا ہے۔ داستان امیر حمزہ کے بارے میں ایک بات پہلے بھی کی جا چکی ہے کہ اس کی اکثر جلدیں دوبارہ چھاپے خانے کی شکل نہیں دیکھ سکیں۔ لہٰذا کمیاب بلکہ نایاب ہیں۔ صرف "طلسم ہوش رُبا" ایسا داستانی دفتر ہے جسے ایک سے زیادہ مرتبہ چھپنے کا اعزاز حاصل ہو سکا۔ یہاں پر اس متن کو نمونہ بنا کر داستان امیر حمزہ میں طلسمانہ کی موجودگی کا سراغ لگایا جائے گا اور پھر "طلسم ہوش رُبا" ہی ایسا متن ہے جس میں داستان امیر حمزہ کی جملہ خوبیاں موجود ہیں، مزید یہ کہ "طلسم ہوش رُبا" دیگ کا ایک دانہ نہیں بلکہ پوری سات جلدوں پر مشتمل ایک داستان ہے۔ داستان امیر حمزہ کی پہلی جلد سے چند اقتباسات:

"ساقیانِ خم خانہ سماروجرعہ نوشان جام افکار بادہ ساغر قرطاس کو اس طرح مملو کرتے ہیں کہ جب زمرد شاہ باختری نے طلسم ہزار شکل سے رہائی پائی اس کے وزیر بدتدبیر نے صلاح بتائی کہ ملک کوہ عقیق گلزار سلیمانی کا بادشاہ عالی جاہ فوج بے کراں و پہلوانان دوراں رکھتا ہے اور اسی ملک سے ڈانڈا "طلسم ہوش رُبا" کا ملا ہے۔" (۹)

"ملکہ نے کہا اے نیرنگ تجھے اس کے قتل ہونے کی تدبیر معلوم ہو تو بتلا دے، نیرنگ جادو نے کہا میں اتنا جانتی ہوں کہ اس دیو کو شرارہ جادو نے آپ کی حفاظت کے لیے یہاں معین کیا تھا۔" (۱۰)

"جب نقیب کنارے ہوئے میمنہ و میسرہ و قلب و جناح وغیرہ صفیں آراستہ ہوئیں اس وقت ہوشیار جادوگر اجازت حیرت سے لیکر میدان میں نکلا اور غرائبات سحر دکھلا کر مبارز طلب ہوا اس

طرف سے ملکہ مہ رخ موئے کاکل کشا نے اجازت لے کر اژدر سحر کو اڑایا اور ہوشیار کا آ کر مقابلہ کیا۔اس نے ایک پیکان تیر مارا سرخ مو نے سحر کیا کہ ایک پنجہ چھری لیے اس جگہ از خود ظاہر ہوا اور تیر کو کاٹ دیا۔''(۱۱)

''اب حال سنئے کہ عمرو باغ سے نکل کر گلیم اوڑھ کر جو چلا جب دور نکل گیا گلیم اتار لی اور اپنی صورت ایک اگھوری خبیث کی ایسی بنائی کہ لنگوٹی باندھے جھلنگا اوڑھے شراب کی بوتل ہاتھ میں بغل میں مردے کی کھوپڑی ڈالے میں بے ہودہ بکتا چلا کہ راہ میں اگر کوئی صاحب ملے تو اس کو قتل کر کے دریا سے اس کی صورت بن کر پار اتر جاؤں۔''(۱۲)

''ایک ناریل صورت نگار نے مارا کہ وہ شق ہوا اور ہزارھا تصویریں پرچھائیں کی مانند پیدا ہو کر بہار کی لپٹ گئیں۔بہار نے گلے کا ہار اتار کر آسمان کی طرف پھینکا ایک لڑی موتیوں سے بھری زمین سے فلک تک لگی ہوئی نظر آئی۔''(۱۳)

''شاہزادہ نام مطلوب سن کر بے قرار ہو گیا اور تیغہ اس کے حوالے کیا۔تیغہ دیتے ہی آفت ہی نعرہ ہوا کہ منم آفت جادو کمر میں پنجہ دے کر بہ زور سحر ان کو لے اڑی''(۱۴)

''وہ حوالے عمرو کے کر کے کہا کہ تم ہر ساحر پر فتحیاب ہو گے اور کسی کا سحر تم پر تاثیر نہ کرے گا۔اور یہ انگوٹھی مثل انگشتری جمشید ہے۔''(۱۵)

ان اقتباسات میں، جو ''طلسم ہوش رُبا'' کی پہلی جلد سے لیے گئے ہیں، سحر متنوع صورتوں میں جلوہ گر ہے۔سحر، دوسرے لفظوں میں طلسمانہ ہی تو ہے۔حقیقت، سحر سے کبھی قرب اختیار کرتی ہے تو کبھی دوری۔ان لائنوں کو پڑھ کر خیال آتا ہے کہ جادو کے پیدا کیے ہوئے پیچ اگر ان جزئیات میں موجود نہ ہوتے تو ''طلسم ہوش رُبا'' اپنی ضخامت کے اعتبار سے اتنے صفحات پر مشتمل نہ ہوتی۔طوالت داستان کا حسن ہے، بدصورتی نہیں۔اس بات کا سپاٹ معنوں میں یہ مطلب نہیں کہ جادو داستان کو طوالت بخشتا ہے۔یہاں تو جادو کی مدد سے پیچ در پیچ کیفیات قاری کو اپنی طرف لبھاتی ہیں۔داستان میں لبھاؤ کی یہ کیفیت حقیقت میں انسانی تخیل کی معراج ہے۔ایسا تخیل جو موجود دنیا میں ایک اور دنیا کا پتا دے رہا ہے۔ایسی دنیا جو دکھائی تو نہیں دیتی مگر لگتا ہے یہیں کہیں موجود ہے۔طلسمانہ کہیں جادو کی صورت میں ہے تو کہیں دیگر صورتوں میں۔یہ دیگر صورتیں کیا ہیں۔یہ انسانی ذہن کا جو پیچ در پیچ سفر ہے جو اسے نت نئے جہان کی سیاحت پر آمادہ کرتا ہے۔آپ ''طلسم ہوش رُبا'' کو کہیں سے پڑھنا شروع کریں۔آپ کو سطر در سطر جادو کی کیفیات محسوس ہوں گی۔یہ جادو کہیں کایا کلپ کر رہا ہے۔کہیں طلسم سے بند دروازے کھل رہے ہیں۔کہیں داستان امیر حمزہ میں

شاہزادے دشمن پر فتح حاصل کر رہے ہیں غرض وہ سب کچھ ہے جو قاری کی توجہ اپنی طرف کھینچتا ہے:

''جب دوپہر رات آئی ایک کنیز کو ہمراہ لے کر تختِ سحر پر بیٹھ کر روانہ ہوئی اور اندر طلسم کے پہنچ کر اپنی مادر پاس تو نہ گئی سیدھی خزانے کی طرف پہنچی چنانچہ مادر نے اسی کو سب امورات طلسم کا مدارالمہام بنایا ہے۔''(۱۶)

''گلفام نے ساحروں سے کہا لینا اور آپ بھی سحر پڑھ کر دستک دی ادھر ساحروں نے نارنج ترنج بار فلفل کچھے سوئیوں کے بہار پر مارے ابر گھر آیا آگ پانی برسنے لگا۔''(۱۷)

''عقاب وہاں سے اپنے ملک میں آیا طلسم باطن کے ایک ملک کا یہ حاکم ہے اس نے پچاس ہزار ساحر چیدہ و منتخب اپنے ہمراہ لیے اور قرنا سحر بجا کر طاؤس زریں بال پر سوار ہو کر چلا۔''(۱۸)

''جب ساحر مذکور کئی کوس اڑی ہوئی آئی ایک مقام پر صحرا میں اتری۔''(۱۹)

''بختیارک نے ایک بیضہ بے ہوشی ناک پر زیور کے مارا کہ وہ چھینک مار کر بے ہوش ہوئی۔''(۲۰)

''ہر چند اس نے رد سحر پڑھا وہ کسی طرح نہ چھوٹی آخر معمار اس میں بند ھ کر گرا اس ساحر نے آ کر اس کو بزور سحر اٹھایا اور لے کر روانہ ہوا۔''(۲۱)

''اس وقت کوکب نے آواز دی کہ او کرگس حاضر ہو۔ آواز دیتے ہی سب نے دیکھا کہ پشت کی طرف سے ایک پری زاد چلی آتی ہے۔''(۲۲)

''اسرار جادو نے قریب بلا کے گلے سے لگایا چڑ چڑ بلائیں لیں منہ جو کھولا دھواں نکلنے لگا۔''(۲۳)

''افراسیاب جھلاتا ہوا بیرون بارگاہ آیا کتاب سامری دیکھی غصہ میں آیا۔''(۲۴)

''افراسیاب خانہ خراب بر سر کوہ بلور لوح لیے ہوئے بیٹھا۔''(۲۵)

''پھولوں پر عطر بے ہوشی ملا تھا۔ دماغ میں صنعت کے پہنچی ارے کہہ کر تختیوں پر ہاتھ رکھ کے لہرائی۔''(۲۶)

''ملکہ لعل نے دو گھڑی کامل سحر کیا، آگ کا دریا بہایا عفریت عمداً اس آگ میں پھاند پڑا راہ میں ایک چشمہ ملا ملکہ لعل نے قریب چشمے کے جا کر چشمے پر نگاہ قہر ڈالی چشمہ اجل دریا بن گیا۔''(۲۷)

''گل افشاں جادو نے آسمان سے سحر کر ستھراؤ کر دیا''(۲۸)

مندرجہ بالا اقتباسات میں محیر العقول مناظر حقیقت تو بہر حال نہیں ہیں۔طلسمانہ اس داستان کے روئیں روئیں میں رچی ہوئی ہے۔آپ ''طلسم ہوش رُبا'' کو کہیں سے پڑھنا شروع کر دیں، تخیل اپنی اُپج کے اعتبار سے بشر کی عظمت کی علامت بن کر سامنے آئے گا۔پتا چلتا ہے کہ بنانے والے نے اپنی تخلیق میں کتنی تہہ داری کا اہتمام کیا ہے۔طلسمانہ بشر کو خاک سے افلاک تک کی سیاحت کا اہتمام کرتی نظر آتی ہے۔اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بین دلیل ہے''لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم''۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) انتظار حسین،نظر یے سے آگے،سنگِ میل پبلی کیشنز،لاہور۲۰۰۴ء،ص ۸۵

(۲) ایضاً ، ص۸۶

(۳) عزیز احمد،مشمولہ مقدمۂ طلسم ہوش رُبا،مرتب: عابد رضا بیدار،خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ،س ن،ص ۲۱

(۴) محمد حسن عسکری،مشمولہ مقدمۂ طلسم ہوش رُبا،مرتب: عابد رضا بیدار،خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ،س ن،ص ۱۳

(۵) شمس الرحمٰن فاروقی،شاعری، ساحری، صاحبقرانی ،جلد اوّل،قومی کونسل برائے فروغِ زبانِ اردو، دہلی،۱۹۹۹ء،ص ۱۷۵

(۶) کلیم الدین احمد،مشمولہ مقدمۂ طلسم ہوش رُبا،مرتب: عابد رضا بیدار،خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ،س ن،ص ۶۰،۶۱

(۷) راہی معصوم رضا،مشمولہ مقدمۂ طلسم ہوش رُبا،مرتب: عابد رضا بیدار،خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ،س ن،ص ۵

(۸) سید وقار عظیم،مشمولہ مقدمۂ طلسم ہوش رُبا،مرتب: عابد رضا بیدار،خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ،س ن،ص ۳۲،۳۳

(۹) محمد حسین جاہ،خلاصۂ طلسم ہوش رُبا ،جلد اوّل،ملخص: رئیس احمد جعفری،شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز،لاہور،۱۹۶۰ء،ص ۲۱

(۱۰) ایضاً ، ص۳۵

(۱۱) ایضاً ، ص۱۵۴

(۱۲) ایضاً ، ص۱۸۳

(۱۳) ایضاً ، ص۲۰۵

(۱۴) ایضاً ، ص۳۵۵

(۱۵) ایضاً ، ص۴۴۰

(۱۶) محمد حسین جاہ، خلاصۂ طلسم ہوش رُبا، جلد دوّم، ص۵۰۰

(۱۷) ایضاً ، ص۵۸۸

(۱۸) محمد حسین جاہ، خلاصۂ طلسم ہوش رُبا، جلد سوم، ص۶۹۵

(۱۹) ایضاً ، ص۷۰۰

(۲۰) محمد حسین جاہ، خلاصۂ طلسم ہوش رُبا، جلد چہارم، ص۷۴۴

(۲۱) ایضاً ، ص۷۷۱

(۲۲) ایضاً ، ص۸۸۰

(۲۳) احمد حسین قمر، خلاصۂ طلسم ہوش رُبا، جلد پنجم (حصہ اوّل)، ص۹۳۹

(۲۴) ایضاً ، ص۹۵۵

(۲۵) احمد حسین قمر، خلاصۂ طلسم ہوش رُبا، جلد پنجم (حصہ دوّم)، ص۹۸۵

(۲۶) احمد حسین قمر، خلاصۂ طلسم ہوش رُبا، جلد ششم، ص۱۰۸۷

(۲۷) ایضاً ، ص۱۲۰۵

(۲۸) احمد حسین قمر، خلاصۂ طلسم ہوش رُبا، جلد ہشتم، ص۱۲۸۲